بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ڈاکٹر سید محمود کی دعوت پر لکھنؤ میں مسلمانوں کا مشاورتی اجتماع حسبِ اعلان و قرارداد ۸ر اور ۹ر اگست کو منعقد ہوا اور اس میں وہ سب کچھ ہوا جو عام طور پر ایسے اجتماعات میں اب تک ہوتا رہا ہے، یعنی صدرِ استقبالیہ اور صدرِ جلسہ کے پُرزور خطبے، تقریریں، بحث و گفتگو اور تجاویز! لیکن آئندہ پروگرام کیا ہوگا؟ اس سلسلہ میں نو حضرات کی ایک کمیٹی بنادی گئی ہے جو بعد میں بڑھ کر اکیس افراد پر مشتمل ہوگی اور یہ مستقبل میں کام کرنے کا کوئی خاکہ اور پروگرام مرتب کرے گی، ہمارے نزدیک اس اجتماع کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے کہ اس موقع پر مختلف جماعتوں اور اداروں سے تعلق رکھنے والے مسلمان زعما ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے اور ان میں کوئی بدمزگی اور ناگواری پیدا نہیں ہوئی۔ ہر شخص کو دعا کرنی چاہئے کہ اتحاد تو خیر کہاں ممکن ہے، اشتراک تعاون ہی پائدار اور قائم رہے، اگرچہ ہمیں جماعتوں اور افراد کا جو تجربہ ہے اُس کے پیشِ نظر شبہ ہے کہ جب کوئی پروگرام شروع ہوگا تو اُس وقت بھی اشتراک و تعاون کی یہ فضا برقرار رہ سکے گی! بہرحال آئندہ پروگرام کے سلسلہ میں مختصراً ہم چند معروضات پیش کرتے ہیں، ممکن ہے وہ کسی درجہ میں درخورِ اعتنا ہوں۔

(۱) مشاورتی اجتماع کی ایک تجویز یہ ہے کہ ایک وفد پورے ملک کا دورہ کرکے اکثریت کے لوگوں سے ملے گا، اور اُن کو مسلمانوں کے معاملات و مسائل سے باخبر کرے گا، یہ تجویز نہایت مبہم اور ناقص ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ وفد کہاں کہاں جائے گا، کن کن لوگوں سے ملے گا! فقط کانگریسی خیالات کے اچھے افراد سے ملے گا یا راشٹریہ سیوک سنگھ اور ہندو مہاسبھا اور جن سنگھ کے ممبروں اور عہدہ داروں سے بھی ملے گا، پھر مل کر کہے گا کیا؟ وہ کونسی بات ہے جو اکثریت کے افراد کو معلوم نہیں ہے، جب ملاقات ہوگی تو ایک ہندو بھی یہ نہیں کہے گا کہ فسادات اچھی

چیز ہیں اور ان کو ہونا چاہئے، لیکن اس کے باوجود ہوگا وہی جواب تک ہوتا چلا آیا ہے، جب تک اکثریت اور اقلیت میں باہم بے اعتمادی اور اجنبیت کی فضا قائم ہے صورتِ حال میں اصلاح کی توقع مشکل سے ہی کی جاسکتی ہے یہی وہ فضا ہے جس کا سہارا لے کر چند سماج دشمن افراد دنیا بھر کی تباہی اور بربادی مچاتے ہیں، ضرورت اس فضا کو بدلنے کی ہے تاکہ فتنہ پردازوں کو اپنی من مانی کرنے کی جرأت نہ ہوسکے، ہمارے خیال میں اس مقصد کے حاصل کرنے کا کامیاب ذریعہ یہ ہے کہ ہندو مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی اور دوسرے ہندوستانی مذہبی فرقوں کے افراد کی ایک مشترکہ سوسائٹی "انجمن اتحاد و ترقی" کے نام سے کل ہند پیمانہ پر بنائی جائے اور یہ طے کیا جائے کہ اس انجمن کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اس کی سرگرمیوں کا دائرہ صرف سماجی کاموں تک محدود رہے گا، شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں اس کی شاخیں ہوں گی اور اس کا مقصد ہوگا عوام کی خدمت کرنا، اُن میں جو کمزوریاں ہیں ان کی اصلاح کرنا، اُن کے دکھ درد کا مداوا کرنا، غریبی اور بے روزگاری کے دُور کرنے میں اُن کی مدد کرنا، ان کے اخلاقی معیارِ زندگی کا اونچا کرنا، ان میں باہم اعتماد و یکجہتی اور ملک کی تعمیر و ترقی سے صحیح دلچسپی کا اُن میں پیدا کرنا، ملک کو موجودہ حالات میں ایسی انجمن کی بڑی ضرورت ہے، اگر کام ہمّت، استقلال اور دلجمعی کے ساتھ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو۔

(۲) دوسری چیز جو کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ آج کل یونیورسٹیوں میں ان کی کثرتِ تعداد کے باوجود داخلہ کس مشکل سے ملتا ہے؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اس کی وجہ سے مسلمان لڑکوں کو سب سے زیادہ نقصان پہونچ رہا ہے، کیونکہ وہ اقلیت میں ہیں اور اپنے معاشی حالات اور سماجی ماحول کے باعث اکثریت کے نوجوانوں کے ساتھ امتحان مقابلہ میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے، اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے خود اپنے کالج ہوں اور اُن میں ستر یا پچھتر فی صدی کے حساب سے نشستیں مسلمان طلباء کے لئے مخصوص رکھی جائیں، ایک مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے موجودہ حالات میں کیا کام چل سکتا ہے کم از کم ایک مسلم یونیورسٹی، مسلمانوں کے اپنے روپیہ سے اور ہونی چاہئے، اگر سرِدست یہ ممکن نہ ہو تو یہ کیا جائے کہ اتر پردیش اور دوسرے صوبوں میں شہر بشہر جو اسلامیہ کالج اور ہائی سکول بکھرے پڑے ہیں اور جن کی حالت فنڈ کی کمی کے باعث ناگفتہ بہ ہے، مسلمان اُن کی طرف متوجہ ہوں، اور ان کو موجودہ زمانہ کے درجۂ اول کے کالج بنانے کی کوشش کریں، ان کالجوں میں سائنس اور ٹکنالوجی،

کامرس، پری میڈیکل اور فنون وغیرہ سب کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیئے اور اعلیٰ سے اعلیٰ کالجوں کی بلڈنگ مسجد، ہوسٹل لائبریری کھیل کے میدان ان سب کا بہتر سے بہتر ہونا ضروری ہے، یہ کام آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے کرنے کا تھا، مگر خدا جانے اسے کب ادھر توجہ ہوگی۔ ؎

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن ؛ خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

(۳) تیسری فوری ضرورت انگریزی کا ایک روزنامہ ہے، جو زبان، مضامین، خبروں کی ترتیب، طباعت اور گٹ اَپ کے لحاظ سے اسٹیٹسمین اور ہندوستان ٹائمز سے اگر بہتر نہیں تو کم تر بھی نہ ہو، پرانا انگریزی اخبار "مسیج" اور موجودہ "ریڈینس" یا "صراط" جیسے اخبارات سے اس ضرورت کی تکمیل نہیں ہوسکتی، مسلمانوں میں معیاری انگریزی اور وہ بھی صحافتی نقطۂ نظر سے لکھنے والے اگر مفقود ہیں، تو چار انگریزی میں فرسٹ کلاس ایم اے نوجوانوں کا انتخاب کرلیا جائے اور اُن کو جرنلزم کی ٹریننگ کے لئے باہر بھیجا جائے، اس روزنامہ کے اڈیٹر کی تنخواہ کسی حالت میں دو ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہیں ہونی چاہیئے، پورے ملک میں اگر پانچ کروڑ مسلمان بھی آباد ہیں تو ایک روپیہ فی کس سالانہ کے حساب سے بھی ایک برس میں پانچ کروڑ روپیہ فراہم ہوسکتا ہے، اگر صحیح لیڈرشپ موجود ہو تو اُس کے لئے یہ رقم جمع کرلینا قطعاً کوئی مشکل بات نہیں!

افسوس ہے پچھلے دنوں پروفیسر محمد عمرالدین کا ۶۲ برس کی عمر میں انتقال علی گڈھ میں ہوگیا، اور یہیں دفن ہوئے مرحوم علی گڈھ یونیورسٹی میں ۱۹۲۲ء میں داخل ہوئے تھے، اُس وقت سے دمِ آخر تک اُن کا رشتہ اس درسگاہ سے منقطع نہیں ہوا۔ انھوں نے تعلیم یہیں مکمل کی، پھر یہیں لکچرر، ریڈر، پروفیسر، ورصدر شعبۂ فلاسفی ونفسیات، وارڈن اور پرووسٹ اور خدا جانے کیا کیا ہوئے۔ انھوں نے یونیورسٹی میں بڑے بڑے اتار چڑھاؤ اور انقلابات دیکھے تھے، اور اب آخر میں خود انقلاباتِ زمانہ کی عبرت انگیز تصویر بن کر رہ گئے تھے، اسلامی فلسفہ اُن کا خاص مضمون تھا، امام غزالیؒ کے فلسفۂ اخلاق پر انگریزی میں اُن کی ضخیم کتاب چند سال ہوئے یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے، بلا کے ذہین، بہترین منتظم، بے نفس وبے ریا، مجسّم خلوص، پیکرِ وضعداری، اور نہایت سادہ اور بے تکلف!

راقم الحروف سے دیرینہ اور بڑے مخلصانہ تعلقات تھے، یونیورسٹی سے ملازمت کے تعلق کے اعتبار سے مرحوم اس چمن کی پرانی بہار کی آخری نشانی تھے، "خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"